# ۲ میری سرگزشت

## الطاف حسین حالؔی

### پیش درس

نثری اصناف میں سوانح ایک اہم صنف ہے۔ اُردو میں اس صنف کی ابتدا الطاف حسین حالؔی نے کی۔ مرزا غالبؔ کی سوانح 'یادگارِ غالبؔ'، سرسیّد کی سوانح 'حیاتِ جاوید' اور سعدؔی شیرازی کی سوانح 'حیاتِ سعدی' ان کی اہم سوانحی تصانیف ہیں۔ حالؔی کے بعد شبلؔی نے سوانح نگاری کو خوب پروان چڑھایا۔ انھوں نے 'سیرت النبیؐ' کے علاوہ 'المامون، الفاروق، الغزالی' اور 'سوانح مولانا روم' لکھیں۔ اس دوران سوانح عمریوں کے ساتھ ہی خودنوشت لکھنے کی روایت کو بھی فروغ حاصل ہوا۔ خودنوشت میں مصنف اپنی زندگی کے حالات و واقعات بیان کرتا ہے۔ مصنف دیانت دار ہو تو اپنی ذاتی کمزوریوں کا انکشاف بھی نہایت جرأت کے ساتھ کرتا ہے۔

مولانا جعفر تھانیسری کی 'تواریخِ عجیب'، خواجہ حسن نظامی کی 'آپ بیتی'، جوشؔ ملیح آبادی کی 'یادوں کی برات' کے علاوہ آل احمد سرور کی 'خواب باقی ہیں'، ندا فاضلی کی 'دیواروں کے بیچ' وغیرہ اُردو کی اہم خودنوشتوں میں شمار ہوتی ہیں۔

حالؔی نے اپنی خودنوشت پہلے فارسی میں لکھی تھی پھر اُردو میں اس کا ترجمہ کیا۔ یہ نہایت مختصر سی خودنوشت ہے جس کی زبان صاف اور سادہ ہے۔ اس خودنوشت کی ادبی و لسانی خوبیوں کو نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔ اس میں انھوں نے فارسی تراکیب سے اجتناب برتا ہے۔ یہ خودنوشت حالؔی کے علمی شوق اور حصولِ علم میں پیش آئی دشواریوں کا لیکھا جوکھا ہے۔ حالؔی نے اس میں اپنے ابتدائی زمانے کے حالات نقل کیے ہیں۔ شروع میں انھوں نے قومِ انصار کی، جس کے وہ ایک فرد تھے، سات سو سالہ تاریخ بیان کردی ہے۔ پھر اپنے گھریلو حالات بیان کیے ہیں۔ حصولِ تعلیم میں آنے والی دشواریوں کا ذکر کیا ہے۔ گھریلو ذمے داریوں کو چھوڑ کر پانی پت سے دلّی پہنچنے کے حالات اور دلّی کے مدرسے میں داخلے کی روداد سے لے کر ملازمت کے واقعات بھی اس خودنوشت میں درج ہیں۔ اس کے آخر میں حالؔی نے اُردو ادب کو انگریزوں کے زیرِ اثر جدید طرز میں ڈھالنے کی کوششوں کا ذکر نہایت مؤثر انداز میں کیا ہے۔

### جان پہچان

حالی کا اصل نام خواجہ الطاف حسین اور تخلص حالؔی تھا۔ انھوں نے اپنی ابتدائی تعلیم پانی پت اور دلّی میں حاصل کی۔ اپنے علمی ذوق و شوق کی بدولت انھوں نے فارسی اور عربی میں بھی مہارت حاصل کی تھی۔ حالؔی کے ادبی ذوق کی تربیت شیفتؔہ اور غالبؔ کی صحبتوں میں ہوئی۔ سرسیّد کے رفقا میں حالؔی اس لحاظ سے ممتاز ہیں کہ انھوں نے سرسیّد کے مشن کو پورے طور پر اپنا لیا تھا۔ اپنے طرزِ تحریر میں بھی انھوں نے سرسیّد کی پیروی کی۔

حالؔی کا شمار جدید اُردو شاعری کے بانیوں میں ہوتا ہے۔ انھوں نے عصری تقاضوں کے پیشِ نظر اصلاحی نوعیت کی عمدہ نظمیں لکھیں۔ ان میں 'مدوجزرِ اسلام' کو بہت شہرت ملی۔ یہ نظم مسدسِ حالؔی کے نام سے بھی مشہور ہوئی۔ حالؔی نے نظمِ جدید کے ساتھ ساتھ غزل اور مختلف معاشرتی و اخلاقی مسائل پر بھی نظمیں لکھی ہیں۔ ان کے دیوان کا مقدمہ اُردو تنقید کی پہلی کتاب سمجھا جاتا ہے جو 'مقدمۂ شعر و شاعری' کے نام سے مشہور ہے۔ حالؔی کا انتقال ۳۱ / دسمبر ۱۹۱۴ء کو پانی پت میں ہوا۔

''میری ولادت تقریباً ۱۲۵۳ھ بہ مطابق ۱۸۳۷ء میں بہ مقام قصبہ پانی پت جو شاہجہاں آباد سے جانبِ شمال ۵۳ میل کے فاصلے پر ایک قدیم بستی ہے، واقع ہوئی۔ اس قصبے میں کچھ کم سات سو برس سے قومِ انصار کی ایک شاخ جس سے راقم کو تعلق ہے، آباد چلی آتی ہے۔ میں باپ کی طرف سے شاخِ انصار سے علاقہ رکھتا ہوں اور میری والدہ سادات کے ایک معزز گھرانے کی، جو یہاں سادات شہداپور کے نام سے مشہور ہیں، بیٹی تھیں۔

میری ولادت کے بعد میری والدہ کا دماغ مختل ہوگیا تھا۔ میرے والد نے سنِ کہولت میں انتقال کیا جبکہ میں نو برس کا تھا اس لیے میں نے ہوش سنبھال کر اپنا سرپرست بھائی بہنوں کے سوا کسی کو نہیں پایا۔ انھوں نے اوّل مجھ کو قرآن حفظ کرایا۔ اگرچہ تعلیم کا شوق خود بخود میرے دل میں حد سے زیادہ تھا مگر باقاعدہ اور مسلسل تعلیم کا کبھی موقع نہیں ملا۔ ایک بزرگ سیّد جعفر علی مرحوم جو ممنونؔ دہلوی کے بھتیجے اور نیز داماد بھی تھے، ان سے دو چار فارسی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں اور ان کی صحبت میں فارسی لٹریچر سے ایک نوع کی مناسبت پیدا ہوگئی۔ پھر عربی کا شوق ہوا۔ انھی دنوں میں مولوی حاجی ابراہیم حسین انصاری مرحوم، لکھنؤ سے امامت کی سند لے کر آئے تھے؛ ان سے صرف و نحو پڑھی۔ مگر چند روز بعد بھائی اور بہن نے جن کو میں بہ منزلۂ والدین سمجھتا تھا، تاَہُّل پر مجبور کیا۔ اس وقت میری عمر سترہ برس کی تھی اور زیادہ تر بھائی کی نوکری پر سارے گھر کا گزارہ تھا کہ یہ جوا میرے کندھے پر رکھا گیا۔ اب بہ ظاہر تعلیم کے دروازے چاروں طرف سے مسدود ہوگئے۔ سب کی یہ خواہش تھی کہ میں نوکری تلاش کروں مگر تعلیم کا شوق غالب تھا اور بیوی کا میکا آسودہ حال۔ میں گھر والوں سے روپوش ہو کر دلّی چلا گیا اور قریب ڈیڑھ برس کے وہاں رہ کر صرف و نحو اور کچھ ابتدائی کتابیں منطق کی مولوی نوازش علی مرحوم سے پڑھیں۔ اگرچہ اس وقت قدیم دلّی کالج خوب رونق پر تھا مگر جس سوسائٹی میں مَیں نے نشوونما پائی تھی، وہاں تعلیم کو صرف عربی اور فارسی زبان پر منحصر سمجھا جاتا تھا۔ دلّی پہنچ کر جس مدرسے میں مجھ کو شب و روز رہنا پڑا، وہاں کے مدرّس اور طلبہ، کالج کے تعلیم یافتہ لوگوں کو محض جاہل سمجھتے تھے۔ غرض کبھی بھول کر بھی انگریزی تعلیم کا خیال دل میں نہ گزرتا تھا۔ ڈیڑھ برس دلّی میں رہنا ہوا۔ اس عرصے میں کبھی کالج کو جا کر آنکھ سے دیکھا تک نہیں اور نہ ان لوگوں سے کبھی ملنے کا اتفاق ہوا جو اس وقت کالج میں تعلیم پاتے تھے جیسے مولوی ذکاء اللہ، مولوی نذیر احمد، مولوی محمد حسین آزادؔ وغیرہ۔

میں نے دلّی میں شرحِ مسلم، مُلّا حسن اور میبذی پڑھنی شروع کی تھی کہ عزیزوں اور بزرگوں کے جبر سے چار و ناچار مجھ کو دلّی چھوڑنا اور پانی پت واپس آنا پڑا۔ یہ ذکر ۱۸۵۵ء کا ہے۔ دلّی سے آ کر برس ڈیڑھ برس تک پانی پت سے کہیں جانے کا اتفاق نہیں ہوا۔ یہاں بہ طور خود اکثر بے پڑھی کتابوں کا مطالعہ کرتا رہا۔ ۱۸۵۶ء میں مجھے ضلع حصار میں ایک قلیل تنخواہ کی اسامی صاحب کلکٹر کے دفتر میں مل گئی لیکن ۱۸۵۷ء میں جبکہ سپاہِ باغی کا فتنہ ہندوستان میں برپا ہوا اور حصار میں بھی اکثر سخت واقعات ظہور میں آئے اور سرکاری عمل داری اُٹھ گئی تو میں وہاں سے پانی پت چلا آیا۔ قریب چار برس کے پانی پت میں بے کاری کی حالت میں گزرے۔

**اضافی مطالعہ**

**شرحِ مسلم :** 'صحیح مسلم' حدیث شریف کی مشہور کتابوں میں سے ایک ہے جس کی تالیف مسلم بن حجاج نیشاپوریؒ نے کی۔ اسے 'صحاحِ ستہ' میں صحیح بخاری کے بعد شمار کیا جاتا ہے۔ صحاحِ ستہ میں حدیث کے یہ مجموعے شامل ہیں : (۱) بخاری (۲) مسلم (۳) ترمذی (۴) نسائی (۵) ابو داوٗد (۶) ابنِ ماجہ۔ یہ تمام کتبِ احادیث دینی مدارس کے نصاب میں پڑھائی جاتی ہیں۔ خصوصاً مسلم شریف کو درسِ نظامی میں خاصی اہمیت حاصل ہے۔ تدریس کی آسانی کے لیے محدثین نے 'صحیح مسلم' کی شرحیں لکھیں جن میں سے بعض آٹھ آٹھ، دس دس جلدوں پر مشتمل ہیں۔

جس زمانے میں میرا دلّی جانا ہوا تھا، مرزا اسد اللہ خاں غالبؔ مرحوم کی خدمت میں اکثر جانے کا اتفاق ہوتا تھا اور اکثر ان کے اُردو فارسی دیوان کے اشعار جو سمجھ میں نہ آتے تھے، ان کے معنی ان سے پوچھا کرتا تھا اور چند فارسی قصیدے انھوں نے اپنے دیوان میں سے مجھے پڑھائے بھی تھے۔ ان کی عادت تھی کہ وہ اپنے ملنے والوں کو اکثر فکرِ شعر کرنے سے منع کیا کرتے تھے مگر میں نے جو

ایک آدھ غزل اُردو یا فارسی کی لکھ کر اُن کو دِکھائی تو انھوں نے مجھ سے یہ کہا کہ ''اگرچہ میں کسی کو فکرِ شعر کی صلاح نہیں دیا کرتا لیکن تمھاری نسبت میرا یہ خیال ہے کہ اگر تم شعر نہ کہو گے تو اپنی طبیعت پر سخت ظلم کرو گے۔'' مگر اس زمانے میں ایک دو غزل سے زیادہ دلّی میں شعر لکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔

غدر کے بعد جب کئی برس پانی پت میں گزر گئے تو فکرِ معاش نے گھر سے نکلنے پر مجبور کیا۔ حسنِ اتفاق سے نواب مصطفیٰ خاں شیفتہؔ مرحوم، رئیسِ دلّی و تعلقہ دار جہانگیر آباد، ضلع بلند شہر، سے شناسائی ہوگئی اور آٹھ سات برس تک بہ طور مصاحبت کے ان کے ساتھ رہنے کا اتفاق ہوا۔ نواب صاحب جس درجے کے فارسی اور اُردو زبان کے شاعر تھے، اس کی بہ نسبت اُن کا مذاقِ شاعری بہ مراتب بلندتر اور اعلیٰ تر واقع ہوا تھا۔ انھوں نے ابتدا میں اپنا فارسی اور اُردو کلام مومن خاں مومنؔ کو دِکھایا تھا مگر ان کے مرنے کے بعد وہ مرزا غالبؔ سے مشورۂ سخن کرنے لگے تھے۔ میرے وہاں جانے سے ان کا پرانا شعر وسخن کا شوق جو مدت سے افسردہ ہو رہا تھا، تازہ ہو گیا اور ان کی صحبت میں میرا طبعی میلان بھی جو اَب تک مکروہات کے سبب اچھی طرح ظاہر نہ ہونے پایا تھا، چمک اُٹھا۔ اسی زمانے میں اُردو اور فارسی کی اکثر غزلیں نواب مرحوم کے ساتھ لکھنے کا اتفاق ہوا۔ انھی کے ساتھ میں بھی جہانگیر آباد سے اپنا کلام مرزا غالبؔ کے پاس بھیجتا تھا مگر درحقیقت مرزا کے مشورہ و اصلاح سے مجھے چنداں فائدہ نہیں ہوا بلکہ جو کچھ فائدہ ہوا، وہ نواب صاحب مرحوم کی صحبت سے ہوا۔ وہ مبالغے کو ناپسند کرتے تھے اور حقائق و واقعات کے بیان میں لطف پیدا کرنا اور سیدھی سادی باتوں کو محض حسنِ بیان سے دل فریب بنانا، منتہائے کمالِ شاعری سمجھتے تھے۔ چھچھورے اور بازاری الفاظ و محاورات اور عامیانہ خیالات سے شیفتہؔ اور غالبؔ دونوں متنفر تھے۔ نواب شیفتہؔ کے مذاق کا اندازہ اس ایک واقعے سے بہ خوبی ہوسکتا ہے کہ ایک روز انیسؔ کا ذکر ہو رہا تھا۔ انھوں نے انیسؔ کے مرثیے کا یہ پہلا مصرعہ پڑھا:

آج شبّیر پہ کیا عالمِ تنہائی ہے

اور کہا کہ انیسؔ نے ناحق مرثیہ لکھا، یہی ایک مصرعہ بجائے خود ایک مرثیے کے برابر تھا۔ ان کے خیالات کا اثر مجھ پر بھی پڑنے لگا اور رفتہ رفتہ ایک خاص قسم کا مذاق پیدا ہو گیا۔

نواب شیفتہؔ کی وفات کے بعد پنجاب گورنمنٹ بک ڈپو میں ایک اسامی مجھ کو مل گئی جس میں مجھ کو یہ کام کرنا پڑتا تھا کہ جو ترجمے انگریزی سے اُردو میں ہوتے تھے، ان کی اُردو عبارت درست کرنے کو مجھے ملتی تھی۔ تقریباً چار برس تک میں نے یہ کام لاہور میں رہ کر کیا۔ اس سے انگریزی لٹریچر کے ساتھ مناسبت پیدا ہوگئی اور نامعلوم طور پر آہستہ آہستہ مشرقی لٹریچر اور خاص کر عام فارسی

### اضافی مطالعہ

**مُلّا حسن :** یہ قاضی محبّ اللہ بہاری کی علم منطق پر لکھی ہوئی مشہور کتاب 'سُلّم' کی شرح ہے۔ اِس شرح کے مصنف مُلّا محمد حسن فرنگی محلّی ہیں جنھیں مُلّا حسن کے نام سے شہرت ملی اور اسی کی مناسبت سے 'سُلّم کی شرح 'مُلّا حسن' کے نام سے مشہور ہوئی۔ یوں تو 'سُلّم' کی متعدد شرحیں لکھی گئیں لیکن ان میں جو طرزِ معقول اور نکتہ آفرینی مُلّا حسن میں ملتی ہے دوسری شرحیں اس سے خالی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ درسِ نظامی کے نصاب میں آج بھی اس کی اہمیت ہے اور اس پر بہت سارے علما نے حواشی لکھ کر اس کی اہمیت کو دو بالا کر دیا۔ ملّا حسن فرنگی محلّی کا انتقال کان پور میں ۱۱۹۹ھ میں ہوا۔

**میبذی :** یہ منطق کی مشہور کتاب 'ہدایۃ الحکمت' کی شرح ہے جسے قاضی میر حسین عرف کمال الدین نے ۱۳۰۹ء میں قلم بند کیا تھا۔ اس میں ہدایۃ الحکمت کے متن کے منتخب اجزا کی آسان اور سلیس عربی میں شرح کی گئی ہے۔ 'ہدایۃ الحکمت' کی تدریس میں آسانی کے لیے میبذی درسِ نظامی میں شاملِ نصاب ہے۔

لٹریچر کی وقعت دل سے کم ہونے لگی۔ لاہور ہی میں کرنل ہالرائڈ، ڈائرکٹر آف پبلک انسٹرکشن، پنجاب کے ایما سے مولوی محمد حسین آزآد نے اپنے پرانے ارادے کو پورا کیا یعنی ۱۸۷۴ء میں ایک مشاعرے کی بنیاد ڈالی جو ہندوستان میں اپنی نوعیت کے لحاظ سے بالکل نیا تھا اور جس میں بجائے مصرعۂ طرح کے کسی مضمون کا عنوان شاعروں کو دیا جاتا تھا کہ اس مضمون پر اپنے خیالات جس طرح چاہیں نظم میں ظاہر کریں۔ میں نے بھی اسی زمانے میں چار مثنویاں، ایک 'برسات' پر، دوسری 'اُمید' پر، تیسری 'رحم و انصاف' پر اور چوتھی 'حبِ وطن' پر لکھیں۔

**اضافی مطالعہ**

**کرنل ڈبلیو۔ایم۔آر۔ ہالرائڈ :** ایک انگریز افسر جو محکمۂ تعلیمات، پنجاب کے ناظم رہے اور جنھوں نے مختلف ذرائع سے پنجاب میں اُردو کی ترویج کے لیے انتھک کوشش کی۔ ۱۸۶۹ء میں ان کی کتاب 'رسومِ ہند' شائع ہوئی جس کی تحریر میں چند دیگر ہندوستانی اہلِ علم نے ان کا ہاتھ بٹایا تھا۔ ہالرائڈ ناظمِ تعلیمات کی حیثیت سے ہر سال ایک رپورٹ شائع کیا کرتے تھے جس میں سالِ گزشتہ کی اُردو مطبوعات کی تعداد اور تفصیل ہوا کرتی تھی۔ ان رپورٹوں سے پنجاب میں اُردو زبان اور ادبیات کی رفتار پر روشنی پڑتی ہے۔ ہالرائڈ ۱۸۹۰ء میں محکمۂ تعلیمات کی نظامت سے سبکدوش ہوئے۔

اس کے بعد میں لاہور سے دلّی میں اینگلوعربک اسکول کی مدرّسی پر بدل آیا۔ یہاں آ کر اوّل میں نے ایک آدھ نظم بطورِ خود اس طرز کی جس کی تحریک لاہور میں ہوئی تھی، لکھی۔ پھر سر سیّد احمد خاں مرحوم نے ترغیب دلائی کہ مسلمانوں کی موجودہ پستی و تنزلی کی حالت اگر نظم میں بیان کی جائے تو مفید ہوگی۔ چنانچہ میں نے اوّل مسدس 'مد و جزرِ اسلام' اور اس کے بعد اور نظمیں جو بار بار شائع ہوچکی ہیں، لکھیں۔ نظم کے سوا نثرِ اُردو میں بھی چند کتابیں لکھی ہیں۔

سب سے پہلے غالباً ۱۸۶۷ء میں ایک کتاب 'تریاقِ مسموم' ایک نیٹیو کرسچین (جو میرا ہم وطن تھا) کی کتاب کے جواب میں لکھی تھی جس کو اسی زمانے کے لوگوں نے مذہبی میگزینوں میں شائع کر دیا تھا۔ اس کے بعد لاہور میں ایک عربی کتاب کا جو جیولوجی (علمِ طبقات الارض) میں تھی اور فرنچ سے عربی میں کسی مصری فاضل نے ترجمہ کی تھی، اُردو میں ترجمہ کیا۔ لاہور ہی میں ایک کتاب عورتوں کی تعلیم کے لیے قصے کے پیرایے میں موسوم بہ 'مجالس النساء' لکھی تھی جس پر کرنل ہالرائڈ نے ایک ایجوکیشنل دربار میں بہ مقام دلّی مجھے لارڈ نارتھ بروک کے ہاتھ سے چار سو روپے کا انعام دلوایا تھا اور جو اودھ اور پنجاب کے مدارسِ نسواں میں مدت تک جاری رہی اور شاید اب بھی کہیں کہیں جاری ہو۔ پھر دلّی میں سعدؔی شیرازی کی لائف اور ان کی نظم و نثر پر ریویو لکھ کر شائع کیا جس کا نام 'حیاتِ سعدؔی' ہے اور جس کے دس بارہ ایڈیشن اب سے پہلے شائع ہو چکے ہیں۔ پھر شاعری پر ایک مبسوط ایسے (Essay) لکھ کر بہ طور مقدمہ کے اپنے دیوان کے ساتھ شائع کیا۔ اس کے بعد مرزا غالبؔ مرحوم کی لائف جس میں ان کی فارسی اور اُردو نظم و نثر کا انتخاب بھی شامل ہے اور نیز ان کی شاعری پر ریویو بھی لکھا گیا ہے، 'یادگارِ غالبؔ' کے نام سے لکھ کر شائع کی اور اب سر سیّد احمد خاں مرحوم کی لائف موسوم بہ 'حیاتِ جاوید' جو تقریباً ہزار صفحے کی کتاب ہے، لکھی ہے جو اُمید ہے کہ مارچ یا اپریل میں شائع ہو جائے گی۔ اس کے سوا اور بھی بعض کتابیں فارسی گریمر وغیرہ میں لکھی ہیں جو چنداں ذکر کے قابل نہیں ہیں۔ اس کے علاوہ تیس بتیس مضمون بھی مختلف عنوانوں پر مختلف اوقات میں لکھے جو 'تہذیب الاخلاق'، 'علی گڑھ گزٹ' اور دیگر اخبارات یا رسائل میں شائع ہوئے ہیں۔ نیز اُردو کے علاوہ فارسی میں کسی قدر زیادہ اور عربی میں کم، میری نظم و نثر موجود ہے جو ہنوز شائع نہیں ہوئی۔ جب سے ان دونوں زبانوں کا رواج ہندوستان سے کم ہونے لگا ہے، اس وقت سے ان کی طرف توجہ نہیں رہی۔ میری سب سے اخیر وہ نظم ہے جو حال میں ایمپریس وکٹوریہ

کی وفات پر لکھی ہے اور علی گڑھ گزٹ میں شائع ہو چکی ہے۔

۱۳۰۵ھ میں جب میں اینگلو عربک اسکول دلّی میں مدرّس تھا، نواب سر آسماں جاہ بہادر مرحوم، مدار المہامِ سرکار عالی نظام اثنائے سفر شملہ میں علی گڑھ محمڈن کالج کے ملاحظے کے لیے سر سیّد احمد خاں کی کوٹھی واقع علی گڑھ میں فروکش ہوئے تھے اور میں بھی اس وقت علی گڑھ گیا ہوا تھا۔ نواب صاحب ممدوح نے بہ صیغۂ امدادِ مصنّفین ایک وظیفہ، تعدادی ۷۵ روپے ماہوار کا میرے لیے مقرر فرمایا اور ۱۳۰۹ھ میں جبکہ میں سر سیّد مرحوم کے ہمراہ بہ شمول دیگر ممبران ڈپوٹیشن ٹرسٹیانِ محمڈن کالج علی گڑھ، حیدر آباد گیا تھا، اس وظیفے میں ۲۵ روپے ماہوار کا اضافہ کر کے سو روپے سکۂ حالی کا وظیفہ میرے لیے مقرر کر دیا جو اَب تک مجھ کو ماہ بہ ماہ سرکارِ عالی سے ملتا ہے اور اسی وقت سے میں نے اینگلو عربک اسکول سے قطع تعلق کر لیا ہے۔

**اضافی مطالعہ**

**محمڈن اینگلو اورینٹل کالج:** محمڈن اینگلو اورینٹل کالج سر سیّد نے قائم کیا۔ یہ کالج ملکہ وکٹوریہ کی سالگرہ کے موقع پر ابتداءً پرائمری اسکول کے طور پر ۲۴ رمئی ۱۸۷۵ء کو قائم ہوا۔ اس وقت اس کا نام 'مدرسۃ العلوم مسلمانانِ ہند' رکھا گیا۔ بعد میں اس نام کو تبدیل کر کے محمڈن اینگلو اورینٹل کالج رکھ دیا گیا جہاں مسلمان بچوں کی تعلیم و تربیت کا بہترین نظم تھا۔ سائنس اور انگریزی کی تعلیم کے اس مرکز نے مسلمانوں میں تعلیمی بیداری لائی۔ سر سیّد چاہتے تھے کہ یہ کالج ترقی کرتے ہوئے یونیورسٹی میں تبدیل ہو جائے۔ اس دور کے متموّل حضرات نے ان کی بہت مدد کی۔ ۱۹۱۸ء میں حیدر آباد دکن کے نواب میر عثمان علی خان نے اس کالج کو یونیورسٹی کا درجہ دلانے کے لیے پانچ لاکھ روپے کا عطیہ دیا۔ یہ کالج ۱۹۲۰ء میں یونیورسٹی کے درجے تک پہنچ گیا اور آج اسے 'علی گڑھ مسلم یونیورسٹی' کی حیثیت سے عالمی شہرت حاصل ہے۔

## معانی و اشارات

| | |
|---|---|
| علاقہ رکھنا | تعلق رکھنا |
| دماغ مختل ہونا | پاگل پن کا اثر ہونا |
| سنِ کہولت | بڑھاپے کی عمر، ادھیڑ عمر |
| تاَہُّل | نکاح |
| جوا | بیل گاڑی میں جو آڑا ڈنڈا بیل کی گردن پر ہوتا ہے، مراد ذمے داری |
| سپاہِ باغی | ۱۸۵۷ء میں بغاوت کرنے والے ہندوستانی سپاہی |
| بہ مراتب | مرتبے کے مطابق |
| طبعی میلان | طبیعت کا جھکاؤ |
| مکروہات | مکروہ کی جمع، کراہیت پیدا کرنے والی چیزیں |
| منتہائے کمال | خوبی کی انتہا |
| عامیانہ | بازاری، گھٹیا |
| ایما | اشارہ |
| مصرعۂ طرح | وہ مصرعہ جو بحر، ردیف اور قافیہ بتانے کے لیے نمونے کے طور پر دیا جائے |
| نیٹیو کرسچین | مقامی عیسائی |
| موسوم بہ | نام سے |
| مدارسِ نسواں | لڑکیوں کے مدرسے |
| ریویو (review) | تبصرہ |
| مبسوط | بہت لمبا چوڑا، مراد بڑا |
| لائف | زندگی، سوانح |
| گریمر | صرف و نحو، قواعد |
| چنداں | بالکل، اس قدر |
| ہنوز | اب تک |
| ایمپریس (empress) | مَلِکہ |

| | | |
|---|---|---|
| مدار المہامِ سرکار<br>عالی نظام | | نظامِ دکن کی حکومت میں ایک اعلیٰ عہدے دار |
| اثنائے سفر | - | سفر کے دوران |
| ملاحظہ | - | دیکھنا، معائنہ |
| فروکش ہونا | - | قیام کرنا |
| صیغۂ امدادِ مصنّفین | - | مصنفوں کی مدد کا محکمہ |
| سکۂ حالی | - | جاری سکہ |

## مشقی سرگرمیاں

❊ شبکی خاکہ مکمل کیجیے۔

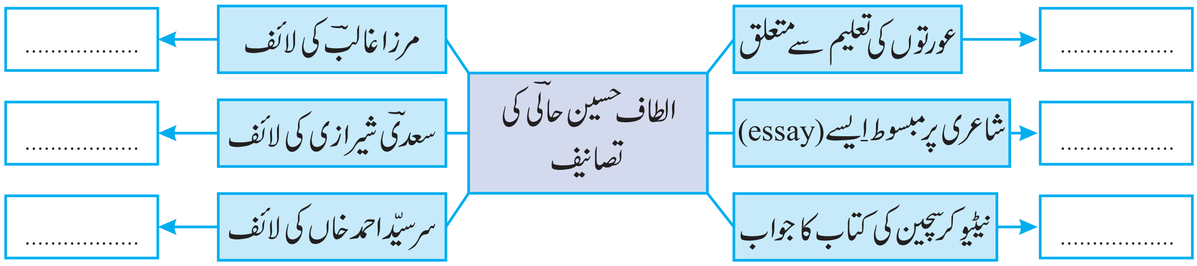


❊ شجری خاکہ مکمل کیجیے۔

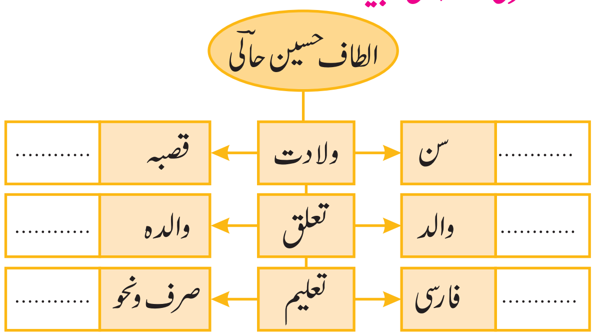


❊ خاکہ مکمل کیجیے۔

❊ خاکہ مکمل کیجیے۔

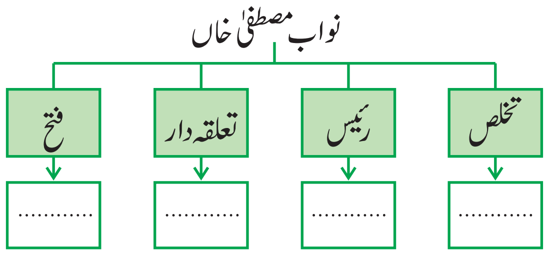


❊ ذیل کی سرگرمیاں ہدایات کے مطابق مکمل کیجیے۔

۱- الطاف حسین حالؔی کی زندگی کے حالات کو اپنے الفاظ میں بیان کیجیے۔

۲- الطاف حسین حالؔی کی تعلیم میں دلچسپی اور اس بارے میں ان کی کوششوں کو بیان کیجیے۔

۳- الطاف حسین حالؔی اور غالبؔ کے تعلقات کے بارے میں معلومات تحریر کیجیے۔

۴- نواب شیفتؔہ کی صحبت میں رہنے سے حالؔی کی فکر اور طبیعت میں ہونے والی تبدیلی کو بیان کیجیے۔

۵- الطاف حسین حالؔی کی تلاشِ معاش اور ملازمت سے متعلق معلومات لکھیے۔

۶- الطاف حسین حالؔی کی کتابوں اور مضامین سے متعلق تفصیلات اپنے جملوں میں لکھیے۔

❊ ہدایات کے مطابق قواعدی سرگرمیاں مکمل کیجیے۔

۱- جب بغاوت کا فتنہ برپا ہوا۔
(جملے کو 'طورِ مجہول' میں تبدیل کیجیے)

۲- وہ مبالغے کو سخت ناپسند کرتے تھے۔
(جملے کو لفظ 'متنفر' استعمال کرتے ہوئے دوبارہ لکھیے)

۳- فکرِ معاش نے گھر سے نکلنے پر مجبور کیا۔
(مفہوم بدلے بغیر منفی جملے میں تبدیل کیجیے)

۴- اُن کی عادت تھی کہ وہ اپنے ملنے والوں کو اکثر فکرِ شعر کرنے کو منع کیا کرتے تھے۔
(جملے کی قسم بتا کر اس کا نحوی تجزیہ کیجیے)

* ہدایات کے مطابق درج ذیل تحریری مہارت کی سرگرمیاں مکمل کیجیے۔

۱۔ ''اگرچہ میں کسی کو فکرِ شعر کی صلاح نہیں دیا کرتا لیکن تمھاری نسبت میرا یہ خیال ہے کہ اگر تم شعر نہ کہوگے تو اپنی طبیعت پر سخت ظلم کروگے۔'' غالبؔ کے اس بیان سے متعلق اپنی رائے لکھیے۔

۲۔ ''وہ حقائق و واقعات کے بیان میں لطف پیدا کرنا اور سیدھی سادی باتوں کو محض حسنِ بیان سے دل فریب بنانا منتہائے کمالِ شاعری سمجھتے تھے۔'' اس بیان کی روشنی میں شاعری سے متعلق اپنے خیالات تحریر کیجیے۔

۳۔ الطاف حسین حالیؔ کی تعلیم اور ملازمت سے متعلق رواں خاکہ بنائیے۔

**سرگرمی / منصوبہ**

۱۔ الطاف حسین حالیؔ کی نظم 'مد و جزرِ اسلام' کے کچھ بند پڑھیے اور نقل کیجیے۔

۲۔ طرحی مشاعرے سے متعلق معلومات لکھیے اور ایک طرحی مصرعہ لے کر مختلف شعرا کے کلام پر مبنی کتابچہ تیار کیجیے۔

۳۔ انٹرنیٹ سے حاصل کر کے الطاف حسین حالیؔ کی کتاب 'مجالس النسا' کا مطالعہ کیجیے اور اس کتاب پر اپنی رائے لکھیے۔

## چند انگریزی کہاوتیں اور ان کا اُردو مفہوم

| | |
|---|---|
| ★ All that glitters is not gold. | ہر چمکتی چیز سونا نہیں ہوتی۔ |
| ★ Tit for tat. | جیسے کو تیسا۔ |
| ★ Empty vessel makes much noise. | تھوتھا چنا باجے گھنا۔ |
| ★ As you sow, so shall you reap. | جیسا بوؤگے ویسا کاٹوگے۔ |
| ★ Necessity is the mother of invention. | ضرورت ایجاد کی ماں ہے۔ |
| ★ Where there is a will there is a way. | جہاں چاہ وہاں راہ۔ |
| ★ Might is right. | جس کی لاٹھی اس کی بھینس۔ |
| ★ Out of sight, out of mind. | آنکھ اوجھل پہاڑ اوجھل۔ |
| ★ Money makes the mare go. | پیسا پھینک تماشا دیکھ۔ |
| ★ A drowning man will clutch at a straw. | ڈوبتے کو تنکے کا سہارا۔ |